# اہلیت کے عوارض

(قسط سوم)

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان : ڈاکٹر احمد حسن

## ۱۲۰۔ امام ابوحنیفہ کے دلائل:

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے موقف کی تائید میں بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ شرعی احکام میں ایک کم عقل شخص کو بھی مخاطب سمجھا گیا ہے اور خطاب اہلیت کے سبب سے ہوتا ہے۔ اہلیت سے مراد یہ ہے کہ انسان جب بالغ ہو تو اس میں پوری عقل و فہم ہو۔ سفاہت (کم عقلی) سے اس کی عقل اور اس کی تمیز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اس لیے شرعی حقوق کے لیے اس کو مخاطب سمجھا جاتا ہے اور اس کے قولی معاملات و تصرفات، جیسے نکاح، طلاق، وغیرہ درست قرار پاتے ہیں اور اگر وہ کسی کا قرض ادا نہیں کرتا تو اس کو عام لوگوں کی طرح قید کیا جاتا ہے۔ نیز اس کو جرائم پر سزا دی جاتی ہے اور اگر وہ ایسے امور کا اقرار کرے جس میں سزا ملتی ہے تو اس کی گرفت کی جاتی ہے۔ اگر بالغ ہونے کے بعد سفاہت کا اعتبار باقی رہتا، اس کی طرف دوسروں کی نگرانی و توجہ ضروری ہوتی اور تصرفات کی ممانعت ہوتی تو ضروری تھا کہ ایسا اقرار کرنے کی جس میں سزا کے اسباب پائے جاتے ہوں اس کو ممانعت ہوتی، کیونکہ جان کا نقصان مال کے نقصان سے زیادہ شدید ہے۔

۲۔ انسان جب مکمل عقل کی حالت میں بالغ ہوتا ہے تو اس کی اہلیت تکمیل کو پہنچ جاتی ہے اور اس کی شخصیت کامل ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں اس کے مالی تصرفات پر پابندی لگانا اس کے عزت والے مرتبے اور انسانیت کو گرانا ہے اور یہ جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ممانعت اس کے مفاد کے لیے کی جاتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کی صورت میں جو ضرر اس کو آدمیت کے درجے سے گرانے اور جانوروں کے ساتھ ملانے سے ہوتا ہے وہ مال کے ضائع کرنے کے نقصان

سے زیادہ شدید ہے۔شریعت میں یہ ضابطہ مقرر ہے کہ شدید نقصان کو دور کرنے کے لیے ہلکا یا کم نقصان برداشت کیا جا سکتا ہے۔اس لیے مالی تصرفات پر پابندی نہ لگانا اس کے مفاد میں ہے۔

۳۔حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی خرید وفروخت میں دھوکا کھا جاتے تھے تو ان کے گھر والے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی آپ ان کو مالی معاملات میں ممانعت فرمادیں۔حضور ﷺ نے ممانعت نہیں کی' بلکہ یہ حکم دیا کہ بیچتے وقت وہ اپنا اختیار شرط (خیار) باقی رکھا کریں۔اگر مالی تصرفات پر پابندی لگانا جائز ہوتا تو حضور ﷺ ان پر پابندی لگا دیتے۔

۴۔انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے جو استدلال کیا ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جس شخص پر حق ہے اگر وہ کم عقل ہو اور خود نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے۔یہ آیت ان کے لیے حجت نہیں بنتی کیونکہ اس میں ولی سے ولی حق مراد ہے نہ کہ ولی سفیہ۔

۵۔مخالفین نے حضرت علیؓ کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن جعفر پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا' یہ استدلال بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ اس کو یا تو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے یہ محض ڈرانے کے لیے کیا تھا اور ان پر لازم نہیں کیا تھا اور یا اس لیے کیا تھا کہ ان کی عمر پچیس سال سے کم تھی۔

۶۔مال بے جا خرچ کرنا معصیت ہے اور معصیت لحاظ اور اچھے برتاؤ کا سبب نہیں بن سکتی اور کم عقل شخص پر پابندی لگانا اچھے برتاؤ کی قبیل سے ہے اس لیے پابندی ضروری نہیں۔اس کے علاوہ وہ یہ کہتے ہیں کہ معصیت کے سبب گناہ گار کو اچھے برتاؤ سے محروم کرنا واجب نہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کو معاف کرنا جائز ہے۔یہ استدلال بھی درست نہیں ہے' کیونکہ کم عقل شخص پر جو پابندی کے قائل ہیں وہ اس کو واجب سمجھتے ہیں اور قاتل کو معاف کرنا جائز تو ہے واجب نہیں۔

۷۔ان کا یہ کہنا کہ کم عقل شخص کے مالی تصرفات پر پابندی لگانے سے پورے معاشرے کو نقصان سے بچانا مقصود ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔اس لیے کہ ایک کم عقل شخص خالص اپنے مال میں تصرف کرتا ہے اور اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں ہوتا کہ محض ایک فرضی حق کی وجہ سے اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکا جائے۔

☆ حکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لامحالہ طور پر واجب ہوتا ہے ☆

## ۱۲۱۔راجح قول:

ہماری رائے ہے کہ ایک کم عقل شخص کے مالی تصرفات پر پابندی لگانا ضروری ہے۔ظاہری نصوص سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ کم عقل شخص پر پابندی لگانے میں مصلحت ہے اور یہ اس کے مفاد میں دلیل ہے۔اس طرح اس سے اس کا مال محفوظ ہوجائے گا اور جماعت بھی نقصان سے بچ جائے گی۔اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے اور جماعت کا اس کے مال میں کوئی حق نہیں۔کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ انسان کا اپنے مال میں تصرف اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ دوسروں کو اس کے اس تصرف سے نقصان نہ پہنچے۔کیا اس بات کو نہیں دیکھتے کہ جو شخص اپنے گھر میں آٹے کی چکی لگاتا ہے تو اس کو اس سے منع کیا جاتا ہے کیونکہ پڑوسیوں کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔اسی طرح ایک کم عقل شخص کو بھی مال کے لین دین سے منع کیا جائے گا تاکہ اس کا مال ختم نہ ہوجائے اور اس کے نتیجے میں وہ جماعت اور بیت المال کا محتاج نہ بن جائے۔اس طرح اس کے تصرف میں جماعت کا نقصان ہے۔اس لیے اس کے مالی تصرفات پر پابندی لگا کر اس کو اس نقصان سے بچانا ضروری ہے۔

## تیسرا مسئلہ:سفیہ (کم عقل شخص) پر پابندی کب اور کیسے ہوتی ہے؟

۱۲۲۔بعض فقہاء کا جن میں امام محمد بن الحسن بھی شامل ہیں' یہ خیال ہے کہ محض سفاہت کی بنا پر ہی کم عقل پر پابندی لگ جائے گی' قاضی کو اس پابندی کے بارے میں کوئی حکم صادر کرنے کی ضرورت نہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ خود سفاہت پابندی کی علت ہے۔جب علت موجود ہوگی تو معلول یعنی معاملات کی ممانعت اپنے آپ موجود ہوگی اور جب یہ علت موجود نہ ہوگی تو پابندی بھی نہ ہوگی' جیسا کہ جنون (دیوانگی)' عتاہت (فتور عقل) اور کم عمری کا حکم ہے۔

بعض دوسرے فقہانے جن میں امام ابو یوسفؒ بھی شامل ہیں' یہ کہا ہے کہ کم عقل شخص پر اس وقت تک پابندی عائد نہیں کی جاسکتی جب تک قاضی اس کا فیصلہ نہ کرے۔اس کی تائید میں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس ممانعت کی بنیاد اس کم عقل شخص کی بھلائی اور مفاد پر ہے۔اس کی یہ مصلحت دو باتوں کے درمیان میں ہے یعنی اس کی بھلائی اس میں ہے کہ اس کی مال کی حفاظت کے لیے اس پر پابندی لگائی جائے یا اس میں ہے کہ اس پر پابندی نہ لگائی جائے تاکہ اس کی بات اور قول وقرار بے کار نہ جائیں۔

ایسے امور جن کی دو جہتیں ہوں ان میں قاضی ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ ترجیح کس جہت کو ہوگی' قاضی کے علاوہ دوسرا شخص فیصلہ نہیں کرسکتا۔ نیز یہ کہ سفاہت' ایک محسوس چیز نہیں ہے۔ اس کا پتا معاملات میں دھوکا کھانے سے چلتا ہے لیکن کبھی یہ دھوکا محض حیلہ اور جال بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے قاضی کے فیصلے سے ہی یہ بات ثابت ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں فقہا کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایک کم عقل شخص پر پابندی لگنی چاہیے یا نہیں۔ اس لیے قاضی کے فیصلے ہی سے یہ پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ جیسے قرض کے سبب کسی شخص پر پابندی لگانے کا حکم ہے جو قاضی کے حکم سے ہوتی ہے۔ جیسے کسی شخص پر قاضی کے فیصلے کے بغیر پابندی نہیں لگائی جاسکتی' اسی طرح قاضی کے فیصلے کے بغیر اس پابندی کو اٹھایا بھی نہیں جاسکتا۔

اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور ان کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک ایک کم عقل شخص کے معاملات قاضی کی طرف سے پابندی لگانے سے پہلے درست اور نافذ سمجھے جائیں گے' لیکن امام محمد اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک موقوف رہیں گے' یعنی ان کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ ایک ایسے کم عقل شخص سے صادر ہوئے ہیں جس پر قاضی کی طرف سے معاملات پر پابندی عائد ہو۔

ترجیح کے بارے میں ہمارا میلان اس طرف ہے کہ معاملات کی ممانعت قاضی کے فیصلے ہی سے مکمل ہوسکتی اور اسی طرح اس کے فیصلے ہی سے یہ اٹھ سکتی ہے جیسا کہ اس نظریے کے حاملین نے اپنی دلیل میں کہا ہے۔ عراق کے دیوانی قانون میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

## چوتھا مسئلہ: جس کم عقل شخص پر پابندی عائد ہو اس کے معاملات کا حکم:

۱۲۳۔ ان معاملات میں جو قابل فسخ ہوں' جیسے خرید و فروخت واجارہ' اس سفیہ کا حکم جس پر پابندی عائد ہو اس نابالغ بچے کا ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو۔ اگر ان معاملات میں نفع ونقصان دونوں کا پہلو نکلتا ہو تو یہ اجازت پر موقوف ہوں گے۔ اگر ان میں نقصان ہی نقصان ہے جیسے ہبہ تو یہ باطل قرار پائیں گے۔ جن معاملات میں صرف نفع ہی نفع ہو' نقصان کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو وہ صحیح ونافذ سمجھے جائیں گے۔ سفیہ اگرچہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنہیں اپنی مرضی واختیار سے دوسروں کو کوئی چیز دینے کا حق حاصل ہوتا ہے' تاہم استحسانا دوسروں کی بھلائی اور رفاہ عام کے کاموں کے لیے وصیت کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ اس طرح خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے وقف بھی جائز ہے۔ لیکن ایسے معاملات جو فسخ کے قابل نہ ہوں' جیسے نکاح' طلاق وغیرہ تو وہ صحیح اور نافذ سمجھے جائیں گے۔ اس صورت میں یہ حکم اس نابالغ

بچے جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو کے حکم سے مختلف ہے۔

## پانچواں مسئلہ: عراق کے دیوانی قانون میں سفاہت کا حکم:

۱۲۴۔عراق کے دیوانی قانون میں امام ابو یوسفؒ اور ان کے ہم خیال لوگوں کی رائے کو اختیار کیا گیا ہے۔اس لیے اس قانون کی رو سے ذاتی طور پر محض سفاہت کی وجہ سے پابندی عائد نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے جو عدالت مخصوص ہے اس کا فیصلہ ضروری ہے' (دفعہ ۹۵)۔اسی طرح اس سے یہ پابندی عدالت کے حکم سے ہی اٹھائی جائے گی' (دفعہ ۱۰۔ پیراگراف ۳)۔

جب عدالت کی طرف سے سفیہ پر پابندی لگادی جائے تو مالی معاملات میں اس کا حکم اس نابالغ بچے کا ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو۔پابندی سے پہلے اس کا حکم عاقل' بالغ اور پختہ عقل والے شخص کی طرح ہے لیکن پابندی لگنے سے پہلے اگر اس نے معاملات میں کسی کے ساتھ دھوکا کیا یا دوسرے شخص کے ساتھ مل کر خفیہ معاہدہ کیا تو یہ حکم نہ ہوگا' (دفعہ ۱۰۔ پیراگراف اول)۔

یہ بہت اچھا استثنا ہے جو پابندی لگانے کے مقصد کے ساتھ بھی متفق ہے اور شریعت کے عمومی اصولوں کے ساتھ بھی۔جس سفیہ پر پابندی لگی ہو وہ اپنے اختیار سے کوئی چیز نہیں دے سکتا لیکن قانون نے اس کو تہائی مال کی وصیت کی اجازت دی ہے' (دفعہ ۱۰۔ پیراگراف دوم) فقہ میں بھی یہی حکم ہے۔اس کی حکمت واضح ہے کیونکہ وصیت سے سفیہ کی زندگی میں اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس لیے کہ وصیت ترکہ میں تصرف ہے اور اس کی نسبت موت کے بعد کے زمانے کی طرف ہوتی ہے۔

سفیہ کا نکاح درست اور نافذ ہے' خواہ پابندی سے قبل ہو یا بعد' کیونکہ عراقی عائلی قوانین نمبر ۱۸۸ مجریہ ۱۹۵۹ء) میں اہلیت نکاح کے لیے عقل وبلوغ کو شرط قرار دیا گیا ہے' (دفعہ ۱۰۔ پیراگراف اول)۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ سفیہ عاقل وبالغ ہوتا ہے۔یہی بات فقہ کی رو سے بھی ثابت شدہ ہے۔اسی طرح اس کی طلاق بھی درست اور نافذ ہوگی کیونکہ عراقی عائلی قوانین کی دفعہ ۳۴ میں ان لوگوں کا الگ الگ تفصیل سے ذکر ہے جن کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور ان میں سفیہ کا ذکر نہیں۔یہ بات فقہ کی رو سے بھی ثابت شدہ ہے۔

## چھٹا مسئلہ: مصر کے دیوانی قانون میں سفاہت کا حکم:

۱۲۵۔کم عقل شخص (سفیہ) پر پابندی عدالت کے حکم سے ہی لگائی جائے گی اور عدالت کے ہی حکم سے یہ پابندی اٹھائی جائے گی' (دفعہ ۱۰۔ پیراگراف ۲)۔

☆ کنایہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے جب نیت یا حال کی دلالت پائی جائے ☆

## سفیہ کے تصرفات کے بارے میں مندرجہ ذیل قوانین ہوں گے:

سفیہ کے تصرفات جو ممانعت کی رجسٹری کے بعد سرزد ہوں گے ان کا حکم وہی ہوگا جو ایک تمیز رکھنے والے بچے کے معاملات کا حکم ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تصرفات خالص نفع بخش ہیں وہ درست قرار پائیں گے،جو معاملات خالص نقصان دہ ہیں وہ باطل سمجھے جائیں گے۔رہے وہ معاملات جو نفع ونقصان کے درمیان دائر ہوں تو وہ ایک حکم کے ذریعے باطل کیے جاسکتے ہیں۔یہ حکم نگران یا خود اس کم عقل شخص کے مطالبہ پر صادر کیا جائے گا جب اس سے پابندی اٹھائی گئی ہو۔

سفیہ کے معاملات پابندی لگنے سے پہلے نہ باطل ہوں گے اور نہ باطل ہونے کے قابل ہوں گے،لیکن یہ اس صورت میں باطل ہوسکتے ہیں جب دوسرے فریق کا یا اس سے استفادہ کرنے والے شخص کا نتیجہ ظاہر ہوجائے یا اس سفیہ کے ساتھ جس پر عائد کرنے کی توقع ہو کوئی معاملہ پوشیدہ طریقے سے کیا ہو۔اگر ان سے کوئی چیز ثابت نہ ہو تو اس کے معاملات درست ہوں گے'(دفعہ ۱۱۵)۔اس سلسلے میں مصری قانون نے وصیت وقذف کا استثنا کیا ہے اور قانون مقرر کیا ہے کہ اگر عدالت اجازت دے دے تو ان دونوں چیزوں میں اس کا معاملہ درست ہے'(دفعہ ۶' قانون وصیت۔دفعہ ۱۱۶)۔جیسے قانون نے اس کے انتظامی کاموں کو مستثنیٰ کیا ہے جبکہ اس کا ولی اس کو انتظام کے لیے اپنا مال رکھنے کی اجازت دے دے اور قانونی شکل میں یہ اجازت دی جائے'(دفعہ ۱۱۶)۔اس حالت میں اس پر وہی احکام نافذ ہوں گے جو ایک معذور شخص پر جس کو اجازت ملی ہوئی ہو نافذ ہوتے ہیں'(دفعہ ۶۸)۔

## پنجم: نشہ

### ۱۲۶۔تمہید:

نشہ(سکر)سے مراد شراب یا دوسری ایسی اشیا کے استعمال سے جو اس کے حکم میں ہیں عقل کا اس طرح زائل ہونا ہے کہ نشے میں مدہوش شخص کو ہوش میں آنے کے بعد یہ نہ معلوم ہو کہ نشے کی حالت میں اس سے کس قسم کے افعال سرزد ہوئے تھے۔اس نشہ عقل کو معطل کردیتا ہے اور تمیز کو روکتا ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ اہلیت ادا اس میں معدوم ہو اور نشہ میں مدہوش شخص سے تکلیف احکام ساقط ہوجائے اور نشہ کی حالت میں وہ کسی چیز کا مخاطب نہ ہو۔لیکن فقہا نشہ کی تمام حالتوں میں یہ نہیں کہتے بلکہ اس حکم کو انہوں نے اس حالت کے ساتھ محدود کیا ہے کہ جب وہ نشہ آور چیز بطریق مباح استعمال

☆صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد ظاہر ہوتی ہے جس طرح "بعت اور اشتریت" وغیرہ ☆

کرے یعنی اس کی اجازت ہو اور اتفاق سے نشہ آ جائے۔ لیکن اگر وہ بطریق ممنوع استعمال کرتا ہے یعنی ایسی چیز استعمال کرتا ہے جس کا استعمال ممنوع ہے تو اس صورت میں وہ اسے مکلف سمجھتے ہیں اور اس سے سرزد ہونے والے افعال پر اس کا مواخذہ ہوگا۔ اس مسئلے میں فقہا کے درمیان کچھ اختلاف و تفصیل ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت کی جائے گی۔

## ۱۲۷۔ اول: نشہ بطریق مباح

نشہ بطریق مباح کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کوئی نشے والی چیز اضطرار کی حالت میں پی لے یا دوسرا شخص اس کو مجبور کر کے پلا دے یا کھلا دے اور اس کو اس چیز کے نشہ آور ہونے کا علم نہ ہو یا ایسی کوئی دوا استعمال کرے جس سے نشہ آ جائے، اسی طرح دوسری صورتیں بھی ہوسکتی ہیں۔

اس طور پر جو نشہ والی چیز استعمال کی جائے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو بے ہوشی کا ہے۔ نشہ کرنے والا بے ہوش شخص کے حکم میں ہوگا ہے۔ اس نشے کی حالت میں وہ حقوق اللہ میں سے کسی حق کے ادا کرنے کا مکلف نہیں ہے۔ نشہ دور ہونے کے بعد اس پر قضا کرنا ضروری ہے اگر قضا کرنا تنگی کا باعث نہ ہو یعنی اس صورت میں جب نشے کی مدت دراز نہ ہو جیسے کہ بے ہوشی کی حالت میں قضا کرنے کا حکم ہے۔ کسی معاملے میں مدہوش شخص کے الفاظ نشے کی حالت میں درست نہیں مانے جائیں گے اور قولی معاملات میں بات چیت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ فعلی معاملات میں یعنی جن میں اس کے فعل کو دخل ہو مالی حقوق العباد کی نسبت سے اس کا اثر مرتب ہوگا۔ اس نے جو نقصان کیا ہے اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا خواہ وہ نقصان مالی ہو یا جانی، کیونکہ شرعاً جان و مال محفوظ سمجھے جاتے ہیں اور ان کے نقصان کو بلا معاوضہ نہیں چھوڑا جاسکتا اور ان کا محفوظ رہنا کسی عذر کے سبب ساقط نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے افعال اور جرائم پر جسمانی مواخذہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ جسمانی سزا کی بنیاد عقل و تمیز پر ہے اور نشے میں مدہوش شخص میں نہ عقل ہوتی ہے اور نہ تمیز، وہ دونوں سے محروم ہوتا ہے۔

## ۱۲۸۔ دوم: نشہ بطریق ممنوع

اس مسئلے میں نشے میں مدہوش شخص اور اس کے معاملات کے حکم کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس کی عقل ایسے طریقے سے زائل ہوئی ہے جو شرعاً حرام ہے۔ اس بنا پر اس کے معاملات کے حکم کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف رائے

☆ جہاں مجاز کی کوئی صورت متعین ہو اس مقام پر نیت کی ضرورت نہیں ہوگی ☆

پایا جاتا ہے۔ذیل میں ہم اس کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔۲۔

**الف۔ان چیزوں کے بارے میں جو اس کے قولی معاملات کے ساتھ مخصوص ہیں:**

ا۔بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ نشے میں مدہوش شخص کے الفاظ ساقط سمجھے جائیں گے۔اس کے کسی قول کا اعتبار نہیں ہوگا اور ان پر کوئی شرعی اثرات بھی مرتب نہیں ہوں گے۔اس لیے اس کی طلاق اور بیع وشرا اور اس کا کیا ہوا معاہدہ (عقد) شرعاً واقع نہیں ہوگا۔یہ اہل ظاہر' شیعہ' عثمان البتی اور لیث بن سعد کا مسلک ہے۔امام احمد سے بھی ایسی ہی ایک روایت منقول ہے' جیسا کہ ابن القیم نے کہا ہے کہ اسی پر ان کا عمل رہا۔احناف میں سے امام طحاوی نے یہی مسلک اختیار کیا ہے۔

۲۔دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ نشے میں مدہوش شخص کے اقوال کا اعتبار ہوگا اور ان کو قانونی حیثیت حاصل ہوگی۔ان پر شرعی اثرات مرتب ہوں گے۔اس لیے اس کی دی ہوئی طلاق اور تمام قولی معاملات درست سمجھے جائیں گے۔یہ مسلک حنفیہ' شافعیہ اور مالکیہ کا ہے۔بعض معاملات میں کچھ تفصیلات بھی ہیں۔احناف کے نزدیک اس کے تمام اقوال درست ہوں گے سوائے ارتداد اور ایسے اقرار کے جس میں رجوع کا احتمال ہو۔مالکیہ کے نزدیک سوائے اقرار اور عقود کے تمام قولی معاملات درست سمجھے جائیں گے۔تاہم طلاق کے واقع ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

## ب۔ان چیزوں کے بارے میں جو اس کے افعال کے ساتھ مخصوص ہیں:

فقہا کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ بندوں کے حقوق کے متعلق نشے میں مدہوش شخص کے افعال پر مالی مؤاخذہ کیا جائے گا' اس سے جو بھی مالی یا جانی نقصان ہوگا اس کا معاوضہ دینا ہوگا۔جہاں تک اس کے جسمانی مؤاخذے کا تعلق ہے' یعنی اس کے ایسے افعال جو جرم سمجھے جاتے ہیں ان پر اس کو سزا دی جائے گی یا نہیں؟ تو جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس کا جسمانی مؤاخذہ کیا جائے گا۔اگر اس نے کسی کو قتل کیا ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا' اگر زنا کیا ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی' اسی طرح دوسرے جرائم میں بھی ہوگا۔اہل ظاہر اور عثمان البتی کا خیال ہے کہ ان افعال پر اس کو جسمانی سزا نہیں دی جائے گی اور صرف اس پر شراب پینے کی حد جاری کی جائے گی۔

## ۱۲۹۔دلائل

اول: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ شراب میں مدہوش شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور (نشہ کی

**☆لفظ ہبہ، تملیک اور بیع کے ساتھ نکاح منعقد ہو جاتا ہے☆**

مقررہ سزا کے سوا) اس کو جسمانی سزا نہیں دی جائے گی' ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔نشے میں موہوش شخص جو کچھ کہتا ہے خود اس کو نہیں سمجھتا' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{یاایھاالذین امنوالاتقربواالصلاۃوانتم سکاری حتی تعلموامانقولون} (النساء ۴: ۴۳) (اے ایمان والو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک کہ جب تک تم زبان سے جو کچھ کہتے ہو اسے سمجھنے نہ لگو نماز کے قریب نہ جاؤ)۔جب نشے میں مدہوش شخص اپنی کہی ہوئی بات کو ہی نہیں جانتا اور جو کچھ کہتا ہو اسے نہ سمجھتا ہو تو اس کی باتوں کو اس پر لازم کرنا جائز نہیں اور نہ ہی احکام کا اطلاق اس پر ہوگا' نہ طلاق کا نہ کسی اور حکم کا۔اس لیے کہ وہ درحقیقت مخاطب ہی نہیں ہے کیونکہ ہوش منداور عقل والے لوگوں میں وہ نہیں ہے اور اس پر مجنون (پاگل) کے حکم کا اطلاق ہوگا۔

ب۔فہم اور سمجھ بوجھ مکلف ہونے کی علت ہے۔جہاں فہم اور بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہ ہو وہاں کسی کو شرعی احکام کا مکلف قرار نہیں دیا جاسکتا۔محض سزا کے طور پر اس کو مکلف باقی رکھنا درست نہیں' کیونکہ شارع نے اس پر ایک سزا کو لازم کیا ہے' اس لیے اس کو اس سزا کے علاوہ دوسری سزا یا اس سے زیادہ سزا دینا جائز نہیں ہے۔

ج۔معاملات جس چیز سے درست قرار دیے جاتے ہیں اس میں قلیل درجہ ارادے کا ہے یا کم از کم اس کا گمان ہی ہے۔نشے میں مدہوش شخص میں ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز بھی موجود نہیں ہوتی۔

د۔کوئی شخص نشہ خواہ بطریق مباح کرے یا بطریق ممنوع' ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں عقل سے محروم ہوتے ہیں اور ان میں تمیز کی صلاحیت نہیں ہوتی۔اس لیے ضروری ہے کہ حکم میں یہ دونوں مساوی ہوں۔ایک آدمی کا نشہ بطریق مباح ہے' دوسرے کا بطریق ممنوع' اس کا یہ اثر سزا کے مرتب ہونے میں محض نشے پر ہی ہوگا' وہ جس طرح بھی کیا ہو۔یہ ایسے ہی ہے کہ ایک شخص کی پنڈلیاں کسی حادثے میں خود ٹوٹ جائیں تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور جو شخص اپنی پنڈلیاں خود توڑ دیتا ہے' وہ بھی بیٹھ کر پڑھے گا۔حالانکہ دوسرے شخص نے اپنی پنڈلیاں توڑ کر خود جرم کیا تھا اور دوسرے نے ایسا نہیں کیا لیکن دونوں کا حکم برابر ہے۔

دوم: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نشے میں مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی' اس کے جملہ قولی تصرفات معتبر سمجھے جائیں گا اور اس کے جرائم پر مکمل مواخذہ کیا جائے گا' ان کی دلیل یہ

☆ اہل بیان کے نزدیک استعارہ، مجاز کی ایک قسم ہے ☆

ہے کہ نشے میں مدہوش شخص قصداً اپنی عقل کو زائل کر کے براہ راست ان جرائم کا مرتکب ہوتا ہے جو اس پر حرام تھے۔اس لیے معصیت کے سبب اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔سزا اور تنبیہ کے طور پر اس کی عقل کو موجود اور قائم تصور کیا جائے گا۔
اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر عقل کسی معصیت کے سبب زائل ہو جائے تو اس کو زجر و توبیخ اور دوسرے لوگوں کو ایسے جرائم کے ارتکاب سے روکنے کے لیے اس پر حقیقت میں قائم و موجود عقل کا حکم لگایا جاتا ہے۔جیسے کوئی شخص اپنے مورث کو جس کے مال میں اس کو وراثت ملنے والی تھی قتل کر دے تو تنبیہ و سزا کے طور پر وہ اپنے اس مورث کو خود اپنی نسبت سے گویا زندہ بنا دیتا ہے اس لیے وہ اس کی جائداد میں سے حصہ نہیں پاتا۔خلاصہ یہ ہے کہ کوئی جرم مجرم کے حق میں تخفیف کا سبب نہیں ہوتا' بلکہ اس کا ارتکاب اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ جرم کرنے والا اس جرم پر مرتب ہونے والے تمام نتائج پر رضامند تھا۔
سوم: جو لوگ اس کے قولی معاملات اور جرائم کے درمیان فرق کرتے ہیں ان کے نزدیک پہلی صورت میں اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا' لیکن دوسری صورت میں اس کی مکمل گرفت کی جائے گی۔اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے اقوال پر اگر کوئی گرفت نہ کی جائے تو اس سے کوئی فساد و خرابی لازم نہیں آتی' کیونکہ جو شخص اپنے ہوش وحواس میں نہ ہو اس کی محض باتوں سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی' لیکن اس کے افعال کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا' کیونکہ اس کے افعال کے مفاسد کا مٹانا واقع ہونے کے بعد ممکن نہیں ہے ان پر گرفت نہ کرنے سے سخت نقصان اور بڑی خرابی پیدا ہو گی اور یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔علاوہ ازیں اس کے جرم پر مؤاخذہ نہ کرنا آئندہ ارتکاب جرائم کا ذریعہ ہے اور اس سے اس میں مزید جرات پیدا ہو گی اور معصوم جانوں کو ہلاک کرنے کے لیے اس کو کھلی چھٹی دینا ہو گا۔اس میں جو خرابی و نقصان ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔نشہ کرنا ایک جرم ہے اور کسی جرم میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ دوسرے جرم کے ارتکاب سے مجرم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس کا بھی دفاع کرے۔
چہارم: احناف اس بات کے قائل ہیں کہ نشے میں مدہوش شخص اگر مرتد ہو جائے یا ایسی چیز کا اقرار کرے جس سے رجوع کا احتمال ہو تو دونوں باتوں کا اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ ارتداد انسان کے عقیدے کو بدل دیتا ہے اور عقیدے کے اٹھنے کا اسی وقت اعتبار ہو گا جب آدمی اپنے قصد و ارادے

سے اس کو بدلے یا ظاہری طور پر کوئی چیز اس کو بتلائے اور وہ ایسی حالت میں ہو اور وہ اسی صورت ہوتا ہے جب ایسے کلام کیا جائے کہ اس میں قصد و ارادہ کا اعتبار کیا جائے اور یہ حالت ہوش و حواس کی ہوگی نہ کہ نشہ کی۔ مدہوش آدمی اس حالت میں نہیں ہوتا اس لیے اس کا قول اس کے تبدیلی عقیدہ کو نہیں بتلاتا' اس لیے وہ مرتد نہیں ہوگا۔

اس کے ایسے اقرار کا بھی اعتبار نہیں جس میں رجوع کا احتمال ہو' کیونکہ نشے میں مدہوش شخص کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتا۔ اس لیے اس کے اس اقرار کو رجوع کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً نشے کی حالت میں وہ زنا کے ارتکاب کا اقرار کرتا ہے تو اس کے اس اقرار کی بنا پر اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس حالت میں زنا کے اقرار سے رجوع کا بھی احتمال ہے۔ احناف کے نزدیک اس کے دوسرے قسم کے اقوال درست سمجھے جائیں گے اور اس سلسلے میں ان کے بھی وہی دلائل ہیں جو اس کے اقوال کو مطلقاً درست سمجھنے والوں کے ہیں۔

پنجم: مالکی فقہا نشے میں مدہوش شخص کے معاہدوں اور اقرار کا اعتبار نہیں کرتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ معاہدے کی صحت کے لیے معاہدہ کرنے والے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اچھے یا برے نقصان میں تمیز کر سکے اور نشے میں مدہوش شخص میں تمیز کی صلاحیت مفقود ہوتی ہے۔ اقرار دو چیزوں کا ہو سکتا ہے مال کا یا مال کے علاوہ دوسری چیز کا۔ اگر مال کا ہے تو مال کا اقرار اس حالت میں درست نہیں ہو سکتا کیونکہ نشے کے سبب اس کو ایسے معاملات اور ان کے اقرار کی ممانعت ہے۔ اگر مال کے علاوہ کسی دوسری چیز کا اقرار ہے تو حضرت ماعز کی حدیث صاف طور پر بتلاتی ہے کہ نشہ میں مدہوش شخص کا اقرار لغو ہے۔ [۳]

نشے میں مدہوش شخص کے دوسرے اقوال کی صحت کے بارے میں مالکی فقہا کے بھی وہی دلائل ہیں جو ان کو مطلق درست ماننے والوں کے ہیں۔

## ۱۳۰۔ دلائل کا محاکمہ اور راجح قول کا تعین

ا۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ نشے میں مدہوش شخص کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں' ان کے دلائل قابل قبول اور درست ہیں کیونکہ کسی قول کا اعتبار ارادے سے ہوتا ہے اور نشے والے شخص کا کوئی ارادہ و قصد نہیں ہوتا کیونکہ اس میں عقل اور ہوش و حواس نہیں ہوتے۔ اس لیے اس کے قول کا کوئی اعتبار

نہیں۔محض سزا کے طور پر اس کے قول کو اس پر لازم کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ سزا کا تعین شارع کی طرف سے ہوتا ہے رائے سے نہیں۔جیسے کہ قرآن مجید کی آیت میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ نشے میں مدہوش شخص جو کچھ کہتا ہے اس کو نہیں سمجھتا اور جو شخص ایسی بات کہے جس کو وہ نہ جانتا ہو اور نہ سمجھتا ہو تو اپنی اس بات سے جو مطلب وہ بیان کرتا ہے وہ اس کے قصد و ارادے سے نہیں ہوتا۔اس لیے اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔جیسے کوئی شخص عربی زبان نہ جانتا ہو اور وہ لفظ طلاق کہہ دے اور اس کا مطلب نہ سمجھتا ہو تو محض اس لفظ کے کہنے پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔

۲۔نشے میں مدہوش شخص کو اس شخص پر قیاس کرنا جس نے اپنے مورث کو قتل کیا ہو پھر وہ میراث سے محروم ہوا اور اس مورث کو زندہ فرض کیا جائے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قاتل میراث جلد حاصل کرنے کے لیے اپنے مورث کا قصداً قتل کرتا ہے اس لیے اس کو سزا کے طور پر میراث سے محروم رکھا جاتا ہے لیکن ایسا شخص جو اپنے قصد و ارادے سے نشہ کرتا ہے اور پھر نشے کی حالت میں طلاق دیتا ہے تو وہ طلاق اپنے قصد و ارادے سے نہیں دیتا ہے۔آخر اس کی یہ طلاق کیسے واقع ہو جائے گی؟ (جاری ہے)

## حواشی

۱۔نشے کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ ایسی حالت جس میں عقل کو زائل کرنے والے اسباب سے عقل زائل ہو جائے۔کشف الاسرار ۴: ۱۴۸۲

۲۔ابن قیم زاد المعاد ۲: ۲۰۳۔۲۰۲، اعلام الموقعین ۴: ۴۲۔۲۴۰، المغنی ۷: ۱۲۴۔۱۳۱، الخلاف ۲: ۴۵۴، المختصر النافع فی فقہ الجعفریۃ ص ۲۲۱، مختصر الطحاوی ص ۲۸۰، کاسانی، بدائع الصنائع ۳: ۶۹، کشف الاسرار ۴: ۱۴۳۷، التلویح ۲: ۱۸۵۔۱۸۶

۳۔حدیث ماعز یہ ہے کہ حضرت ماعز سے جرم زنا کا صدور ہوا تھا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر انہوں نے اس کا اقرار کیا۔حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اور اس بات کا یقین کرنے کے لیے کہ وہ نشے میں تو نہیں ہیں بو سونگھی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حالت نشہ میں ہو اس کا اقرار معتبر نہیں ہے۔